Fikr-o-Nasar (Islamabad) 20:12 (1983)

اسلام کا عادلانہ نظام محاصل

ڈاکٹر نور محمد غفاری

اسلام کا نظام مالیات معتدل اور عادلانہ نظام محاصل پیش کرتا ہے۔ اسلام نے مفتوحہ علاقوں میں نہ صرف مروجہ ظالمانہ ٹیکسوں کو بیک جنبش قلم محو کر دیا بلکہ ایک عادلانہ نظام ٹیکس بھی مروج کیا جس کی نظیر سرمایہ دارانہ نظام اور اشتراکیت دونوں پیش کرنے سے عاجز ہیں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل نظائر قابل توجہ ہیں۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام سے واپس آ رہے تھے تو راستے میں دیکھا کہ کچھ آدمی دھوپ میں کھڑے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ جزیہ ادا نہ کرنے کی بنا پر انہیں سزا دی جا رہی ہے۔ پتہ چلا کہ وہ لوگ ادائیگی کے قابل نہیں تھے۔ آپ نے اپنے عاملوں کو سختی سے اس ظالمانہ روش پر ڈانٹتے ہوئے فرمایا۔

دعوهم لا تكلفوهم ما لا يطيقون قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول! لا تعذبوا الناس فان الذين يعذبون الناس في الدنيا يعذبهم الله يوم القيمه وامر بهم فخلّي سبيلهم، الخ!

"ان کو چھوڑ دو اور ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دو، اس لئے کہ میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کو عذاب میں نہ ڈالو اس لئے کہ جو لوگ دنیا میں انسانوں کو عذاب

میں مبتلا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو عذاب میں مبتلا کرے گا پھر حکم دے کر ان کو عذاب سے نجات دلائی۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ وصیت مشہور ہے۔

اوصی الخلیفۃ من بعدی باھل الذمۃ خیرا ان یوفی لھم بعھدھم وان یقاتل من اعدائھم وان لا یکلفوا فوق طاقتھم الخ[۲]۔

ترجمہ: میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ ذمیوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آئے اور ان کے عہد کو پورا کرے، ان کی حفاظت میں ان کے دشمن سے جنگ کرے اور (ادائیگی خراج) میں ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالے۔

"عن عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر عن ابیہ ان عمر بن الخطاب اتی بمال کثیر قال ابو عبید احسبہ قال من الجزیۃ فقال انی لاظنکم قد اھلکتم الناس قالوا لا واللہ ما اخذنا الا عفوا صفوا قال بلا سوط ولا نوط؟ قالوا نعم قال الحمد للہ الذی لم یجعل ذالک علی یدی ولا فی سلطانی[۳]۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن جبیر بن نفیر راوی ہیں کہ حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جزیہ کا بہت سا مال پیش کیا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یہ خیال آرہا ہے کہ تم نے لوگوں کو برباد کر کے یہ جمع کیا ہے، عاملوں نے کہا بخدا ایسا نہیں ہوا ہم نے ان کی حاجات سے فاضل مال میں سے ان کی رضامندی سے وصول کیا ہے۔ دریافت فرمایا بغیر مار پیٹ اور باندھ کر لٹکانے جیسی تکلیف کے؟ سب نے عرض کیا بیشک بغیر ایذا دیئے، تب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اس خدا کا بے حد شکر ہے جس نے میرے ہاتھ سے ایسے کام نہیں کروائے اور نہ میرے زمانہ خلافت میں اس قسم کے مظالم ہو سکے۔

ایک مرتبہ سعید بن عامرؓ والی شام نے خراج بھیجنے میں تاخیر کی جب وہ دربار خلافت میں آئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سخت باز پرس کی۔ سعید بن عامرؓ نے جواب دیا کہ آپ نے دو حکم دیئے تھے میں ان دونوں پر عامل ہوں ایک یہ کہ کاشت کاروں پر فی جریب چار دینار سے زیادہ لگان نہ لگاؤں اور دوسرے یہ کہ ادار لگان میں نرمی سے کام لوں سو میں اس وقت تک لگان نہیں لگاتا جب تک ان کی خوب آمدنی نہیں ہو جاتی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر فرمایا یہی چاہیئے اب میں تجھ کو معزول بھی نہیں کروں گا۔

"قال امرتنا ان لا نزید الفلاحین علی اربعہ دنانیر فلسنا نزیدھم علی ذالک ولکنا نؤخرھم الی غلاتھم فقال عمر لا عزلتک ما حییت"

ترجمہ: سعیدؓ نے کہا آپ نے ہمیں حکم دے رکھا ہے کہ کاشتکاروں پر چار دینار سے زیادہ لگان نہ لگائیں۔ سو ہم اس کے پوری طرح پابند ہیں، اور ہم ان سے وصول کرنے میں ان کی آمدنی تک تاخیر کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تجھ کو زندگی بھر معزول نہیں کروں گا۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے والی کوفہ کو مفصل خط تحریر فرمایا تھا جس میں درج تھا۔

ولا من العامر الا وظیفۃ فی رفق وتسکین لاھل الارض الخ[5]

اور آباد زمینوں پر مقررہ خراج سے ہرگز زیادہ نہ لو۔ اور جو بھی وصول کرو اہل زمین سے نرمی اور دلجوئی کے ساتھ وصول کرو۔

امام ابو یوسف ان ہی روایات کے پیش نظر ارشاد فرماتے ہیں۔

"ولا یضرب رجل فی دراھم خراج ولا یقام علی رجلہ فانہ بلغنی انھم یقیمون اھل الخراج فی الشمس ویضربونھم الضرب الشدید ویعلقون علیھم الجرار ویقید ونھم بما یمنعھم عن الصلوٰۃ ھذا عظیم عند اللہ

شنیع فی الاسلام الخ ۔[6]

ترجمہ! اے ہارون! کسی شخص کو بھی لگان (خراج) کے سلسلہ میں زدوکوب نہ کیا جائے اور نہ ایک پیر پہ کھڑا رکھا جائے۔ یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض وصول کرنے والے اس قسم کی ذلیل حرکتیں کرتے ہیں کہ اہل خراج کو دھوپ میں کھڑا کرتے ہیں، ان کو سخت مار پیٹ کرتے ہیں ان کی گردنوں میں گھڑے لٹکاتے ہیں۔ اور ان کو قید کرتے ہیں کہ وہ نماز بھی نہ پڑھ سکیں۔ حالانکہ یہ تمام باتیں اللہ کے نزدیک بہت بڑا جرم ہیں اور اسلام ان حرکتوں کو بدترین سمجھتا ہے۔

اور آگے ارشاد فرماتے ہیں۔

ان العدل وانصاف المظلوم وتجنب الظلم مع ما فی ذالک من الاجر یزید به الخراج وتکثر به عمارة البلاد والبرکة مع العدل تکون وھی تفقد مع الجور، والخراج الماخوذ مع الجور تنقص البلاد به تخرب الخ[7]

ترجمہ! واضح رہے کہ عدل اور مظلوم کے ساتھ انصاف اور ظلم سے پرہیز، ان باتوں میں جو کچھ اجر و ثواب ہے وہ تو ظاہر ہے، اور اس کے علاوہ یہ فائدہ ہے کہ اس سے خراج بڑھتا ہے اس سے شہروں کی آبادی بڑھتی ہے) اور انصاف سے برکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ظلم سے برکت مٹ جاتی ہے اور جو لگان (خراج) ظلم سے حاصل ہوتا ہے۔ اس سے شہر اجڑ جاتے ہیں، اور ملکوں میں تباہی اور خرابی آتی ہے۔

اس لئے امام ابو یوسف ہارون الرشید کو زمین کاشت کاروں سے وصول خراج (لگان) سے متعلق احکام بتاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وامرك ان لاتاخذ فی الخراج الاوزن سبعة لیس فیها تبر ولا اجور الضرابین ولا اذابه الفضة ولا ھدیة النیروز والمهرجان ولا

ثمن الصحف ولا اجور الفتوح ولا اجور البیوت ولا دراهم النکاح الخ[8]

ترجمہ: ہارون! میں تجھ کو حکم دیتا ہوں کہ تو خراج میں وزن سبعہ (درہم و دینار کی ایک خاص قسم جو عام طور پر رائج تھی) کے علاوہ نہ لینا کہ اس وزن میں خالص سونے کے پتر داخل نہیں ہیں۔ اور سکہ ڈھالنے والوں کی اجرت بھی نہ لینا، اور نہ چاندی پگھلانے کی اجرت لینا۔ اور نہ نوروز اور مرجان کے ہدایا (بھینٹ) لینا۔ اور نہ رسید کی لکھائی کی اجرت اور نہ نہر کے پانی کی اجرت اور نہ مکانوں کی اجرت (ہاؤس ٹیکس) اور نہ نکاح کا ٹیکس لینا۔

"ولا یوخذ اھل الخراج برزق عامل ولا اجر مدی ولا احتقان ولا نزلۃ ولا حمولۃ طعام السلطان ولا یدعی علیھم بنقیصۃ فتوخذ منھم ولا یوخذ منھم ثمن صحف ولا قراطیس ولا اجور الفتوح ولا اجور الکیالین ولا مؤنۃ لاحد علیھم فی شئ من ذالک ولا قسمۃ لا نائبۃ سوی الذی وصفنا من المقاسمۃ الخ[9]۔

ترجمہ: اور اہل خراج سے نہ تحصیل دار کی تنخواہ مجرا کی جائے اور نہ تولنے اور ناپنے کی اجرت لی جائے اور نہ کٹائی کی اور نہ خلیفہ کے لئے رسد اور مہمان نوازی کے سلسلہ میں کوئی بار ڈالا جائے اور نہ یہ بہانہ بنا کر اور الزام لگا کر کہ انہوں نے پیداوار میں سے چرا لیا ہے ان سے مزید لیا جائے۔ اور نہ رسید اور رجسٹر کی اجرت لی جائے اور نہ نہروں کے پانی کی اور نہ تولنے والوں کی اور نہ اس قسم کا کوئی اور بوجھ ان پر ڈالا جائے اور بٹائی کے اس حصہ کے علاوہ جو ہم نے بیان کر دیا ہے، نہ کسی اور قسم کا حصہ لیا جائے اور نہ حادثہ کا تاوان ان پر ڈالا جائے۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی نے گورنر کوفہ عبدالحمید کو اس سلسلہ میں جو فرمان بھیجا تھا۔ اس میں یہ احکام درج تھے۔ جو کتاب الخراج سے نقل کئے گئے ہیں[10]

امام ابو یوسف نے اہل خراج پر عاملوں کی بے عنوانیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی تنبیہ کی تھی کہ رشوت اور بھینٹ کی ظالمانہ رسوم کا کلیتاً انسداد ہونا چاہیئے

تحریر فرماتے ہیں ۔

" انما مذھبھم اخذ شئی من الخراج کان او من اموال الرعیۃ ثم انھم یأخذون ذالك فیما یبلغنی بالعسف والظلم والتعدی ثم لا یزال الوالی ومن معہ قد نزل بقریتہ یأخذ اھلھا من نزلۃ بما لا یقدرون علیہ ولا یجب علیھم حتی یکلفوا ذلك "

ان عاملوں کا تو یہ مذہب ہے کہ بہر حال لینا چاہیئے خواہ وہ مقررہ خراج ہو یا رعیت کا ذاتی مال متاع اور مجھے جہاں تک معلوم ہوا ہے۔ یہ جبر و ظلم اور سختی کرتے ہیں اور لے کر چھوڑتے ہیں، پھر حاکم اور اس کے کارندے اگر کسی گاؤں میں جاتے ہیں تو حق مہمانی کے نام سے وصول کرتے ہیں، حتی کہ ان کی طاقت سے بھی زیادہ لے لیتے ہیں اور جو حق ان کے ذمہ نہیں ہے اس کو ظلماً حق بنا کر لیتے ہیں ۔

اس نظام ٹیکس میں غریب رعایا پر کس قدر شفقت اور کرم کیا جاتا ہے اس کا اندازہ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کے اس جملہ سے ہوتا ہے جو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مظلوم مصری کسانوں کے بارے میں لکھا تھا ۔

" ایک مخلوق جس پر خدا کی مہربانی ہے اور شہد کی مکھیوں کی طرح دوسروں کے لئے مشقت اور محنت کرتی ہے اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتی ۔"[12]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مظلوم طبقہ سے وہ تمام ٹیکس ہٹا دیئے جو عیش پرست حکمرانوں نے ان پر لاد رکھے تھے ۔ بٹلر کے الفاظ میں عرب حکمرانی نے مصریوں کو بھاری ٹیکس سے بہت بڑی نجات دلائی ۔[13]

نامور مسلم معیشت دان مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے اسلام کے نظام ٹیکس پر بحث کرتے ہوئے

لکھا ہے۔

عدل وظلم کی حکومت کے درمیان ہمیشہ سے یہ امتیازی فرق چلا آتا ہے کہ عدل کی حکومت کا نصب العین رعایا اور عوام (پبلک) کی خدمت ہوتا ہے اور اس لئے عامل بادشاہ وحکمران کا شاہی خزانہ رفاہ عام اور پبلک خدمات اور ان کی خوشحالی کے لئے ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی ذات پر ضروری حاجات سے زیادہ اس میں سے خرچ نہیں کرتا اور نہ عوام کو ٹیکسوں کی کثرت سے پریشان حال بناتا ہے اس کے برعکس جبر وظلم کی حکومت کا منشاء بادشاہ اور حکومت کا اقتدار ذاتی تعیش اور اسی کا استحکام ہوتا ہے اس لئے وہ نہ رعایا کے دکھ درد کی پرواہ کرتا ہے اور نہ ان کی راحت و آرام کا خیال کرتا ہے اور اس سلسلہ میں اگر کچھ ہو بھی جاتا ہے تو وہ حکومت کے مفاد و مصالح کے پیش نظر ضمنی ہوتا ہے۔ نیز اس حکومت کی رعایا ہمیشہ ٹیکسوں کے بوجھ سے دبی رہتی ہے اور اس ملک کی اکثریت افلاس وغربت ہی کا شکار رہتی ہے"[۱۴]

الغرض، اسلام کے نظام مالیات میں ظالمانہ ٹیکسوں کا نہ شرعی جواز نہ وجود اگر ہیں تو صرف عادلانہ اور مصالحانہ۔

ٹیکس کے اسلامی اصول

بعض مسلم معیشت دانوں نے اسلامی محاصل کے اصول کا جائزہ آدم اسمتھ (ADAM SMITH) کے بیان کردہ چار قوانین کے تحت لیا ہے مگر اس ذہنی مرعوبیت سے ہٹ کر ہم خالصتہً اسلامی نقطہ نظر سے اسلام کے اصول محصول وضع کر سکتے ہیں۔

۱۔ اصول عقیدہ ونظریہ

اسلامی ریاست کا مسلمان شہری بعض ٹیکس محض اپنا مذہبی فریضہ اور عبادت سمجھ کر ادا کرتا ہے

مثلاً زکوٰۃ، عشر وغیرہ قرآن مجید میں تقریباً ۲۰ مقامات پہ زکوٰۃ کا ذکر نماز کے بعد کیا گیا ہے جس سے اصول عقیدہ کے تحت زکوٰۃ کی ادائیگی کس قدر ضروری اور وجدانی طور پہ سہل نظر آتی ہے اور بعض ٹیکس اس لئے ادا کرتا ہے کہ اسلامی ریاست اس کے عقیدہ ایمان کی حفاظت کرتی ہے نیز اسلامی ریاست ان شعار کو قائم کرتی اور پروان چڑھاتی ہے جس پہ وہ ایمان رکھتا ہے۔

اس طرح ذمی رعایا اپنے جزیہ اور خراج اس لئے ادا کرتے ہیں کہ وہ اسلامی ریاست میں امن و امان سے رہ کر اپنے مسلّمہ معتقدات پہ عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔

۲۔ معاشرتی اصول

اسلام کے مالیاتی نظام میں محصول کا دوسرا اصول "معاشرتی اصول" ہے جس کے تحت اسلام ٹیکسوں کے ذریعے معاشرتی اور معاشی دونوں غرضوں کو پورا کرتا ہے۔ یعنی ایک طرف ریاست کو آمدنی ہوتی ہے اور دوسری طرف معاشرتی اونچ نیچ کا علاج بھی ہوتا ہے۔ اسلام اس غیر پسندیدہ صورت کو برداشت نہیں کرتا کہ دولت صرف چند ہاتھوں میں جمع رہے، چند سرمایہ دار ملک و قوم کے مقدر سے کھیلتے رہیں۔ اور غرباء کو اپنا محتاج بنا کر رکھیں بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولت جو دراصل اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور قوام حیاۃ ہے وہ مسلسل گردش کرتی رہے اس لئے اسلام ٹیکس لگا کر اس معاشرتی اور معاشی تفاوت کا علاج کرتا ہے۔

کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم[15]

(تاکہ دولت تمہارے مالداروں ہی میں گردش نہ کرتی رہے)

قرآن مجید نے ٹیکس کے اس اصول کو ایک اور جگہ یوں بیان کیا ہے

یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو[16]

(وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہیں جو زائد از ضرورت ہو)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے حصول کا مقصد سمجھاتے ہوئے فرمایا:

"تؤخذ من اغنیائھم فترد علی فقرائھم"[۱۷]

(زکوٰۃ ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء میں تقسیم کردی جائے گی)

۳۔ اصول مساوات

اسلام کے مالیاتی نظام میں ٹیکس ریاست کے مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کے شہریوں پر لگائے جاتے ہیں علاوہ ازیں امراء پر بھی اور غرباء پر بھی۔ امراء سے مراد وہ صاحب نصاب لوگ ہیں جن سے زکوٰۃ اور عشر وغیرہ لیا جاتا ہے۔ غرباء سے ٹیکس دو صورتوں میں لیا جا سکتا ہے۔

۱۔ درآمدات کا محصول ان سے بالواسطہ کم و بیش وصول کیا جاتا ہے۔

۲۔ ہنگامی حالات میں ان سے بھی قربانی۔ گو نہایت قلیل ہو۔ کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ غرباء کو جب اغنیاء کے فاضل اموال سے ملے گا تو ان سے کچھ وصول بھی کیا جا سکتا ہے۔ قرآن حکیم کا یہ ارشاد غالباً اس کی دلیل بن سکتا ہے۔

"یؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصہ"[۱۸]

(اور وہ دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے اور اگرچہ وہ خود بھوکے ہوں)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد افضل الصدقۃ جھد من مقل[۱۹] (بہترین صدقہ اس شخص کا ہے جو قلیل المال ہو کر مال کو خدا کی راہ میں خرچ کر ڈالتا ہے) اس مسئلہ کی جانب راہنمائی کرتا ہے اس سلسلے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعری قبیلہ کے بارے میں جو ارشاد فرمایا وہ اس پر جواز کی سند رکھتا ہے۔

"ان الاشعریین اذا ارملوا فی الغزو وفنی نادھم او قل طعام عیالھم بالمدینۃ جمعوا ما کان عندھم فی ثوب واحد ثم اقتسموہ بینھم فی

انا هو احد بالسّويّة بينهم فهم منى وانا منهم[20]

ترجمہ: اشعری قبیلہ کے لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ جنگ (ہنگامی حالت) کے لئے روانہ ہوتے ہیں اور ان کا زادِ راہ ختم ہونے کو آئے یا مدینہ میں رہتے ہوئے ان میں غذائی (اشیاء کی) قلت محسوس ہو تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں اکٹھا کرلیتے ہیں پھر ایک برتن کے ساتھ اسے آپس میں برابر تقسیم کرلیتے ہیں۔ وہ (اپنے اس ایثار کی بنا پر) مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔

اور غیر مسلموں کی جب اسلامی ریاست جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہے اور ان سے بیرونی دشمن سے حفاظت کے وقت جان کی قربانی کا مطالبہ بھی نہیں کیا جاتا، تو ان سے اس حفاظت کے صلہ میں کچھ وصول بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ضابطہ یہ قرار دیا گیا ہے۔

"الجباية بالحماية"

(محصول حفاظت کرنے پر ہی ہے)

اور مسلمانوں کے لئے تو بآسانی یہ قانون بنا دیا گیا ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ میں اس طرح ہے۔

وان لا يأخذ منهم الا فضلهم عن رضاهم[21]

(ان کی رضامندی سے ان سے اتنا ہی مال لیا جائے جو ان کی ضروریات سے زائد ہو)

۴۔ تیقن کا اصول

اسلام کے نظام محصول کا چوتھا اصول "اصول تیقن" ہے یعنی جو ٹیکس بھی لگائے جاتے ہیں ان کی قانونی حیثیت، ان کی مقدار، ان کا وقت ادائیگی، طریقہ ادائیگی اور ضرورت ادائیگی سب کا علم ٹیکس دہندگان کو ہوتا ہے۔ آپ اسلامی ریاست کے کسی ٹیکس کو لیں یہ اصول اس پر پورے طور پر لاگو ہوگا مثلاً زکوٰۃ، خراج، جزیہ، عشور وغیرہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے زمانے میں ان کی تمام جزئیات متعین

متیں اور ایسے تمام ٹیکسوں کی اسلام نے حوصلہ شکنی کی ہے جن کا عوام کو تیقن ہی نہ ہو۔

۵۔ اصول سہولت

اس اصول کے تحت اسلام نے ٹیکس دہندگان کو ٹیکس کی ادائیگی اس کی ادائیگی کے طریقہ کار اور وقت ادائیگی میں سہولت پیدا کر دی ہے مثلاً عشر ہی کو لیں یہ صرف اس وقت لاگو ہوتا ہے جب فصلیں پک کر تیار ہو جائیں، اور طریقہ ادائیگی میں سہولت کی مثال پھلوں کا عشر ہے کہ انہیں درختوں پہ ہی ناموزوں کر لیا جاتا ہے اور کاشتکار کو انہیں توڑنے اور پھر وزن کرنے کے جنجال سے بچایا گیا ہے۔ معدنیات کے خمس میں بھی اسی کو ہی پیش کیا جا سکتا ہے اور ان کی قیمت کو بھی اسی طرح جزیہ کی ادائیگی میں جنس اور نقد دونوں کی اجازت ہے۔ حتیٰ کہ بعض صورتوں میں خدمات کی شکل میں بھی جزیہ لیا گیا ہے[۲۲]۔

ادائیگی کا وقت بھی موزوں ہے کہ ٹیکس دہندہ ان سے اسی وقت لیا جاتا ہے جب ان کے پاس ادائیگی کے لئے کچھ ہوتا ہے۔

اصول سہولت کے تحت عوام پہ ایسا ٹیکس یا اتنی مقدار میں ٹیکس نہ ہو جو انہیں مغلوب کر دے یا بغاوت پہ آمادہ کر دے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو اس بارے میں اس قدر اہتمام تھا کہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دجلہ کی ایک سمت اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ دجلہ کی دوسری سمت کا خراج وصول کر کے واپس ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا "شاید تم نے ذمیوں سے ان کی طاقت سے زیادہ وصول کیا ہوگا؟" حضرت حذیفہ نے فرمایا کہ جو ان کے پاس چھوڑا ہے اس کے مقابلہ میں یہ بہت ہی کم مقدار ہے اور حضرت عثمان نے فرمایا کہ ان کے پاس اس سے دوگنا حصہ چھوڑ آیا ہوں[۲۳]۔

ذمیوں سے جزیہ کے وصول کے سلسلہ میں اصول سہولت کی تشریح کرتے ہوئے فقہاء اسلام نے کہا ہے :

لا یظلموا ولا یؤذوا ولا یکلفوا فوق ما تقتلهم ولا یوخذ شئ من

اموالهم الا بحق یجب علیهم [۲۴]۔

(ان پر ظلم کیا جائے نہ انہیں تکلیف دی جائے نہ ان پر ان کی طاقت سے بڑھ کر بار ڈالا جائے جو ان

پر واجب نہ ہو)

۶- اصول کفایت

اسلام کے نظام ٹیکس کا اصول کفایت مندرجہ ذیل صورتوں میں اپنا عمل کرتا ہے۔

۱- ٹیکس دہندگان پر ٹیکس اس طور پر لگایا جاتا ہے اس سے حاصل شدہ رقم سرکاری اخراجات کی کفایت کرے اور بصورت ہنگامی حالات رعایا سے بعد میں نہایت قلیل مقدار وصول کی جائے۔

۲- ٹیکس کی وصولی کے اخراجات اتنے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں جو حاصل شدہ رقم کا ہی کثیر حصہ لے اڑیں۔

۳- اخراجات اس قدر زیادہ نہ ہوں جن کو ٹیکس کفایت ہی نہ کر سکیں۔ اسی لئے فقہاء کرام نے لکھا ہے زکوٰۃ کی وصولی کے اخراجات ۴۰ سے ۵۰ فیصد تک ہوں۔

اسلام کے نظام مالیات میں ٹیکس کا دائرہ کار

۱- اکثر ٹیکس بلا واسطہ ہیں۔

۲- شہریوں کی جائز معاشی کمائیوں کو محدود کرنے پر کوئی مقررہ ٹیکس نہیں لگایا جا سکتا۔ البتہ بے جا مصرف کو ٹیکسوں کے ذریعے کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔

۳- آمدنی پر کوئی مقررہ ٹیکس نہیں بلکہ زائد اور جمع شدہ دولت پر ہے جو نصاب کے مطابق ہو اور اس پر پورا سال گزر جائے۔ جیسے زکوٰۃ

۴- پیداوار کے ذرائع اور آلات پیدائش پر کوئی مقررہ ٹیکس نہیں۔

لہٰذا تمام مشینیں، کارخانوں کی عمارات، جہاز اور دیگر تمام ذرائع نقل و حمل پر مقررہ ٹیکس نہیں۔

۵۔ درآمدات و برآمدات پر اسلام نے کوئی ٹیکس نہیں لگایا تھا۔ البتہ جب دیگر ممالک نے مسلمان تاجروں پر ٹیکس لگائیں تو اسلامی ریاست بھی ایسا کرسکتی ہے مگر ضروری نہیں[۲۶]۔ البتہ اسلامی ریاست مسلمان تاجروں کے اموال تجارت سے عشور (یعنی اموال تجارت کی زکوٰۃ) وصول کرسکتی ہے۔ یہ حضرت عمرؓ کے عمل سے ثابت ہے اور اس کے جواز پر اجماع بھی ہے۔

۶۔ حصول انصاف کے راستے میں کوئی مقررہ ٹیکس اسلام میں نہیں لہٰذا کورٹ فیس وغیرہ ناجائز ہیں۔

۷۔ سرکاری صنعتوں کے قیام کے لئے ٹیکس لگانا بھی جائز نہیں بلکہ اندرونی اور بیرونی سرکاری قرضوں سے کئے جائیں۔ یا شراکت و مضاربت کی بنیاد پر عوام کے تعاون سے ہوں۔

زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے علاوہ ٹیکس لگانے کا حکومتی حق

اسلامی ریاست کی اجتماعی فلاحی سکیموں اور منصوبوں کے لئے اسلام کے مالیاتی نظام میں دس بارہ مروج ذرائع آمدن* رہے ہیں۔ لیکن اسلامی ریاست کو ان ذرائع کے علاوہ اور ہنگامی ٹیکس لگانے کی بھی اجازت ہے۔ فقہاء کرام نے ان ٹیکسوں کو ضرائب و نوائب وغیرہ کا نام دیا ہے۔ ان ضرائب کا جواز مندرجہ ذیل آیات اور احادیث سے ثابت کیا گیا ہے

وآت ذالقربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل[۲۷]

ترجمہ۔ اور قرابت والوں اور مسکین اور مسافر کے جو حق تم پر واجب ہیں وہ ادا کرو۔

وفی اموالھم حق للسائل والمحروم[۲۸]۔

ترجمہ۔ اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے۔

ویسئلونک ماذا ینفقون قل العفو[۲۹]

ترجمہ - اور وہ آپ سے دریافت کریں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو ضرورت سے زائد ہو۔

عن ابی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال اِنّ فی مالک حق سوی الزکاۃ۔[۳۰]

ترجمہ - حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تیرے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی (اجتماعی) حقوق ہیں۔

عن علی بن ابی طالب یقول ان اللہ تعالیٰ فرض علی الاغنیاء فی اموالھم بقدر ما یکفی فقرائھم فان جاعوا او عروا و جھدوا فبمنع الاغنیاء[۳۱]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے مالوں میں اس قدر فرض کر دیا ہے جو ان کے فقراء کی کفایت کر سکے پس اگر فقراء بھوکے ہیں یا ننگے ہیں اور خستہ حال ہیں تو اس کا سبب یہی ہوگا کہ اغنیاء اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی برت رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بہت سے دیگر صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے۔ فقہاء کرام میں سے عطا بن ابی رباح، امام شعبیؒ، طاؤس، حماد بن سلمہؒ، ابو عبید قاسم بن سلامؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔[۳۲]

"ابن حزم ظاہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو یہاں تک لکھا ہے"

وفرض علی الاغنیاء من اھل کل بلد ان یقوموا بفقرائھم ویجبرھم السلطان علی ذالک، ان لم تقم الزکوٰۃ بھم۔[۳۳]

ترجمہ: اور ہر شہر کے مالداروں پر فرض ہے کہ اپنے محتاجوں کی کفالت کریں اور سلطان انہیں اس پر مجبور کر سکتا ہے بشرطیکہ زکوٰۃ کی آمدنی اس مقصد کے لئے ناکافی ہے۔

فقہاء اسلام کے نزدیک ناگہانی ضرورت مثلاً حادثہ، جہاد وغیرہ کی صورت میں سرکاری خزانہ کی مدد کرنا تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ بن جاتا ہے۔ اور اگر ضرورت ایسی ہو جو کسی خاص علاقہ کے لئے مخصوص ہو تو اس کی ذمہ داری عام نہیں ہوگی۔[۳۴]

ان ضرائب کی مثال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوہ تبوک کے لیے صحابۂ کرام ؓ پر چندہ لگانا ہے جس کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسے مخیر تو گھر کا سارا اثاثہ اٹھا کر لائے تھے۔

مفادِ عامہ کے لیے جو جائز ٹیکس لگائے جائیں ان کی ادائیگی فقہاء کرام کے نزدیک ضروری ہے

"ایسے جدید محاصل جو جائز طور پر لگائے گئے ہیں جیسے مشترکہ نہر کھودنے کے لئے یا پہرہ دار کی اُجرت کے لئے یا اسلامی فوج لیس کرنے کے لئے یا جنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لئے یا اس طرح کے دیگر کاموں کے لئے ایسے محاصل کی ادائیگی بالاتفاق جائز ہے"[۳۵]

ان ٹیکسوں کی ادائیگی کی ضرورت پر علامہ ابن ہمام کی رائے یہ ہے۔

ایسے نئے محصول کی ادائیگی پر صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہے کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت ہر ایسے امر میں واجب ہے جس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔

البتہ وہ محاصل جو مفاد عامہ کے لئے نہ ہوں ان کی ادائیگی میں فقہاء کا اختلاف ہے[۳۷]۔

شمس الائمہ امام سرخسیؒ لکھتے ہیں یہ حکم تو اس زمانہ کے لئے تھا کیونکہ اس وقت مصیبت اور جہاد میں اعانت ہوا کرتی تھی اور ہمارے زمانے میں تو اکثر ٹیکس ظلم سے لئے جاتے ہیں۔ پس جس شخص کے لئے ممکن ہو کہ اپنی ذات سے ظلم دفع کرے تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے[۳۸]۔

شمس الائمہ نے تو یہاں تک لکھا اگر کوئی دینا ہی چاہتا ہے تو ایسے شخص کو دے جو ظلم کو اپنی ذات سے دور کرنے سے عاجز ہے یا ایسے نادار کو دے جو اپنی ناداری کی اعانت ظلم کے مقابلہ میں کرے اور دینے والا ثواب پائے[۳۹]۔

ماوردی نے حاکم کے ظلم اور عوام کا جائز ٹیکسوں کے لئے تعاون کے سلسلہ میں نہایت بلیغ جملہ کہا ہے۔

لان الزیادۃ ظلم فی حقوق الرعیۃ۔ النقصان ظلم فی حقوق بیت المال[۴۰]۔

(کیونکہ زیادتی رعایا کے حقوق پر ظلم کرتا ہے اور کمی بیت المال پر ظلم ہے)

ایک دن ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! ان دونوں (خلیفہ اور بادشاہ) میں فرق ہے۔ آپ نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا کہ خلیفہ نہ تو بے جا لیتا ہے اور نہ بے جا صرف کرتا ہے اور الحمد للہ آپ ایسے ہی ہیں، اور بادشاہ رعایا پر ظلم ڈھاتا ہے اس سے لیتا ہے اور اس کو دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے![1]

جہاں تک جنگی چندوں کا تعلق ہے اس کے بارے میں فقہا کی رائے ہے کہ اگر سرکاری خزانہ میں اتنی رقم ہے کہ جنگی اخراجات پورے کئے جا سکتے ہیں تو عوام سے چندہ کی اپیل کرنا یا محصول لگانا مکروہ ہے اور اگر سرکاری خزانہ خالی ہے یا اخراجات پورے نہیں کر سکتا تو اس کی اجازت ہے؟[2] غالباً جہاد اور دفاعی جنگ کے لئے یہ رائے نہیں ہو گی (واللہ اعلم)

اس بحث سے ہم مندرجہ ذیل اصول اخذ کرتے ہیں۔

۱۔ اسلامی ریاست کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے علاوہ بھی ٹیکس لگانے کا حق حاصل ہے۔

۲۔ یہ زائد ٹیکس اس وقت لگا سکتی ہے جب باقاعدہ شرعی ٹیکسوں اور حکومت کے اپنے پیداواری اور دیگر ذرائع آمدنی سے اس قدر آمدن نہ ہو جو اس کی شرعی فلاحی ضروریات کو کافی ہو۔

۳۔ جنگ، قحط، سیلاب، زلزلہ اور دیگر ہنگامی حالات میں حکومت اغنیاء پر ٹیکس لگا کر اپنی دفاعی اور کفالت عامہ کی ضروریات پوری کر سکتی ہے۔

ایسے زائد ٹیکس دائمی نہیں عارضی رہتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ کتاب الخراج صفحہ ۱۲۵ و کتاب الاموال، صفحہ ۴۲)

۲۔ ابو یوسفؒ کتاب الخراج، ص ۱۲۵، ابو عبیدؒ، کتاب الاموال، ص ۴۴

۳ - ابو عبید، کتاب الاموال ص ۴۴

۴ - ایضاً، ص ۴۴

۵ - ایضاً، ص ۴۶ وکتاب الخراج ص ۸۶

۶ - ابو یوسفؒ، کتاب الخراج، ص ۱۰۹

۷ - ایضاً، ص ۱۱۱

۸ - ایضاً، ص ۸۶

۹ - ایضاً، ص ۱۹

۱۰ - ابو عبید کتاب الاموال ص ۴۳، ۴۴

۱۱ - ابو یوسفؒ، کتاب الخراج ص ۱۰۷

۱۲ - موسیو لی بان، تمدن عرب، ترجمہ شمس العلماء علی بلگرامی ص ۲۰۲

۱۳ - ایضاً، ص ۲۰۲

۱۴ - مولانا حفظ الرحمٰن، قصص القرآن، ج ۳، ناشر قرآن لمیٹڈ اُردو بازار لاہور

ص ۳۱۲، ۳۱۳

۱۵ - سورۃ الحشر - ۷

۱۶ - سورۃ البقرہ - ۲۱۹

۱۷ - بخاری، کتاب الزکوٰۃ

۱۸ - الحشر ÷ ۹

۱۹ - فتح الباری، جلد ۳، ص ۲۲۹، ۲۳۰

۲۰ - مسلم، باب فضائل الاشعریۃ، المطبعۃ المصریۃ، قاہرہ ۱۳۴۹

ص ، ۶۱ ، ۶۲

۲۱ - بخاری ، صحیح ، فضائل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۲۲ - بلاذری ، فتوح البلدان ، ص ۱۷۸ ، فتوح الجزیرہ

۲۳ - ابو یوسف ، کتاب الخراج ، المطبعۃ السلفیۃ ، القاہرہ ۱۳۸۲ھ

ص ، ۳۷

۲۴ - ایضاً ، ص ۱۲۵

۲۵ - فتاویٰ ظہیریہ ، تفسیر مظہری ، آیت الصدقات

۲۶ - ابن حزم ، المحلی ، جلد ۶ ص ۱۱۳ نمبر ۷۰۲

۲۷ - الروم - ۳۸

۲۸ - الذاریات - ۱۹

۲۹ - البقرۃ - ۲۱۹

۳۰ - ابو عبید - کتاب الاموال ، مصر ۱۳۵۳ ، ص ۳۵۷

۳۱ - ابن حزم ، ایضاً ، ج ۶ ، ص ۱۵۶

۳۲ - ابو عبید ، کتاب الاموال ص ۳۵۷ ، ۳۵۸

۳۳ - ابن حزم ، ایضاً ج ۶ ، ص ۱۵۶

۳۴ - ابو یعلی ، الاحکام السلطانیہ ، مطبعہ مصطفیٰ حلبی ۱۳۵۷ھ ص ۲۳۷ ،

الماوردی ، الاحکام السلطانیہ ، مطبعۃ الجمہوریۃ التجاریۃ قاہرہ ، ص ۲۰۷

۳۵ - مرغینانی ، ہدایہ جلد ۳ ، کتاب الکفالۃ

۳۶ - ابن ہمام ، فتح القدیر ج ۵ ، کتاب الکفالۃ ، ص ۴۳۲

۳۷۔ مرغینانی، ایضاً ج ۲، کتاب الکفالۃ

۳۸۔ فتح القدیر ج ۵، کتاب الکفالہ، ص ۴۳۳

۳۹۔ حوالہ بالا، ص ۴۳۳

۴۰۔ ماوردی، الاحکام السلطانیہ، باب ۱۸، ص ۱۹۸، ابویعلی، الاحکام السلطانیہ
مطبعہ مصطفی الحلبی، قاہرہ ص ۲۷۷

۴۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۳، ص ۲۲۱ سیوطی، تاریخ الخلفاء ص ۵۴۔

۴۲۔ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ، الہدایہ، جلد ۲، کتاب السیر

★۔ ابوعبید قاسم بن سلامؒ کہتے ہیں "دراھم النکاح" سے مراد وہ ٹیکس ہے جو دیہات میں پیشہ ور عورتوں پر غیر اسلامی حکومتوں میں لگایا جاتا تھا (کتاب الاموال، ص ۴۳، ۴۴)

★ مثلاً زکوٰۃ، عشر، خراج، عشور، فئی، خمس، جزیہ، صدقات، کراء الارض، ضرائب، وقف، اموال فاضلہ وغیرہ